مولانا عیسیٰ منصوری لندن

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
شخصیت اور خدمات

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا خاندانی تعلق سادات کے مشہور حسنی سلسلہ سے ہے جو نواسئہ رسول سیدنا حضرت حسنؓ تک پہنچتا ہے ہندوستان میں اس خاندان کی علمی و ادبی اور دینی وملی خدمات کا دائرہ صدیوں پر محیط ہے آپ کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ علم اللہؒ پھر جد امجد حضرت سید احمد شہیدؒ آپکے نامور والد گرامی حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنوی جن کی مشہور زمانہ تالیف "نزھۃ الخواطر" پورے اسلامی کتب خانہ میں اپنی مثال آپ ہے جس میں برصغیر کے آٹھ سوسالہ دور کے ساڑھے چار ہزار سے زیادہ علماء مشائخ، بزرگان دین اور مصنفین کا جامع تذکرہ ہے۔

آپ کا بچپن ایسے گھرانہ میں گذرا جہاں علم و فضل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، سادگی و قناعت کی حکمرانی تھی غرض آپکو بچپن سے علمی ادبی، دینی و روحانی اور مجاہدانہ ماحول نصیب ہوا۔ عربی آپ نے چوٹی کے عرب علماء اور انشاء پرداز مولانا خلیل عرب اور مولانا تقی الدین ہلالی مراکشی سے پڑھی حدیث شیخ الحدیث مولانا حیدر حسن خان ٹونکی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی سے تفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے اور انگریزی لکھنؤ یونیورسٹی میں ایک انگریز سے سیکھی۔ آپ کی اصل تربیت گاہ آپ کا اپنا گھر تھا جہاں بچپن سے ہی دعوت و عزیمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے جانیں قربان کردینے کی خاندانی روایات اور سینکڑوں داستانیں سنیں جس زمانہ میں بچے طوطا مینا کی کہانیاں سنتے ہیں آپ کے گھرانہ میں دور صدیقیؓ و فاروقیؓ کے جہاد کے کارناموں پر مشتمل واقدی کی فتوح الشام پڑھی جاتی تھی۔

آپ نے ایسے زمانہ میں آنکھیں کھولیں جب برصغیر پر انگریز کی حکمرانی پورے شباب پر تھی اور پورا عالم اسلام یورپ کی سیاسی، عسکری، تہذیبی، تعلیمی، اور فکری غلامی میں جکڑا ہوا تھا

برصغیر اور عالم اسلام کے بیشتر مصنفین مفکرین اور اہل قلم مغربی علوم وفنون اور تہذیب وتمدن کے سحر میں مبتلا تھے خواہ مصر کے شیخ محمد عبدہ، رفاعہ طہطاوی قاسم امین ہوں یا برصغیر کے سر سید احمد خان، منشی چراغ علی اور محمد علی لاہوری سب اسی راہ پر چل رہے تھے۔ یہ حضرات مغربی تعلیم و تربیت کے اثرات اور انگریز حکومت کے دبدبہ کی وجہ سے غالباً یہ سمجھتے تھے کہ مغربی تہذیب و تمدن کی عظمت وشوکت ایک بدیہی ودائمی حقیقت ہے۔ اسمیں نقد ونظر کی گنجائش نہیں انسانی عقل اور انسانی علوم کی ترقی کا آخری زینہ ہے ایسے ماحول میں آپکے گھرانہ کی دینی علمی، روحانی اور مجاہدانہ روایات وماحول نے آپکے دل ودماغ پر گہرے اثرات مرتب کئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔ ''مجھ پر اللہ کی مہربانی تھی اور اسکی حکمت کے ایسے ماحول میں نشوونما ہوئی جو مغربی تہذیب وتمدن کی سحر طرازیوں اور دل فریبیوں سے محفوظ بلکہ اسکا باغی۔ افراط و تفریط سے دور صحیح اسلامی عقائد و تعلیمات سے معمور تھا پھر ایسے اساتذہ سے تلمذ کا شرف حاصل ہوا جو علمی مہارت کیساتھ ذہنی و فکری آزادی اخلاقی جرأت نقد ونظر کی صلاحیت وہمت سے بہرہ ور تھے اس ماحول وتربیت کا نتیجہ تھا کہ ایسی تحریروں کے قبول کرنے پر طبیعت آمادہ نہیں ہوتی تھی جنمیں کمزوری، شرمندگی، یا شکست خوردگی کے اثرات ہوں یا جو صرف دفاع پر مبنی ہوں (پرانے چراغ حصہ ۳ ص ۲۶۔ ۲۷)

تئیس سال کی عمر میں آپ اچھوتوں کے سب سے بڑے لیڈر بابا امیڈکر کو اسلام کی دعوت دینے بمبئی تشریف لے گئے۔ اس کے بعد آپکا دعوتی سفر اور پیغام نہ صرف برصغیر بلکہ عرب وعجم مشرق ومغرب مسلم غیر مسلم ہر جگہ اور ہر وقت جاری وساری رہا۔ آپ نے اپنی دعوت وفکر کا موضوع خاص طور پر عربوں کو بنایا جب آپ نے دیکھا کہ مغرب کا جدید الحادی فتنہ اپنے تمدین علمی وفکری رنگ میں جدید عرب نسل کو غیر معمولی طور پر متاثر کررہا ہے۔ تو آپ تڑپ اٹھے آپ نے اپنی خداداد بصیرت سے ابتدائی دور سے ہی مغربی فکر وفلسفہ کو اپنی تحریر و تقریر کا موضوع بنادیا جاذب اور دلکش عنوان " ردة ولا ابابکر لها " آپکی جدوجہد کا عنوان بن گیا اس میں نہ صرف اس فتنہ کی پوری تاریخ کو سمودیا بلکہ دین کا درد رکھنے والے عرب علماء ومشائخ کو تڑپا کر رکھ دیا عالم عربی میں آپکے اس مقالے کے لاتعداد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ اور اب بھی مسلسل شائع

ہو رہے ہیں۔ یہ عنوان آپ نے اسلئے اختیار کیا کہ عرب اہل قلم ادبا' اور مفکرین مغرب کے فکر و فلسفہ اور نظام حیات و تمدن سے بے انتہا متاثر ہو چکے تھے گویا یہ ایک جدید ارتداد تھا چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

مجھے ایسا لگتا ہے کہ عرب اہل قلم کے اسلوبِ تحریر اور طرز فکر پر سید جمال الدین افغانی کے اسکول نے بہت اثر ڈالا۔ وہ جب میدان سیاست میں آتے تو استعماری طاقتوں پر جرأت و ہمت کے ساتھ تنقید کرتے اور ان پر سخت حملہ کرتے نہ سزاؤں اور دھمکیوں سے ڈرتے نہ قید و بند اور ملک بدر ہونے کو خاطر میں لاتے لیکن وہی لوگ جب مغربی تہذیب و تمدن کو موضوع بناتے یا سیاسی نظام اقتصادی فلسفوں اور عمرانی علوم پر لکھنے بیٹھتے تو انکے قلم جیسے تھک جاتے زبان لڑکھڑانے لگتی اسلوب کمزور پڑ جاتا انکی تحریروں سے یہ جھلکنے لگتا کہ مغرب ہی ہر چیز میں مثالی نمونہ ہے اور ترقی کا اعلیٰ میعار یہ ہے کہ کسی طرح انکے مقام تک پہنچا جائے۔ اور انہی کی نقل کی جائے (پرانے چراغ حصہ ۳' ص ۲۹)

تعلیم سے فراغت کے بعد جب آپ میدان عمل میں اترے تو آپ کے سامنے اپنا ملک ہی نہیں پورا عالم اسلام بلکہ پوری دنیائے انسانیت تھی آپ کا پختہ عقیدہ اور یقین کامل تھا کہ جس طرح ماضی میں اسلام نے دینا کی رہبری کر کے اسے کامیابی کی راہ دکھائی ہے اس طرح آج بھی صرف اسلام اور قرآن ہی سسکتی دم توڑتی انسانیت کے دکھوں کا مداوا بن سکتا ہے صرف وہی موجودہ دور کی گہرائیوں' بحران دانتشار' انار کی خود فریبی سے دنیا کو نجات دلا سکتا ہے آپ نے عربوں کو اسی خواہش اور آرزو سے اپنا مخاطب بنایا کہ وہ نبی عربی ﷺ اور قرآن کا دامن تھام کر اپنے داعی ہونے کی اصل حیثیت اور مقام کو بحال کر کے دنیا کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی تحریر و تصانیف کی ابتداء عربی زبان سے کی ابتدائی عمر ہی میں آپ کے مضامین پر چوٹی کے عرب علماء اور دانشور سر دھنتے۔ ۱۸ سال کی عمر میں آپکا پہلا مضمون مصر کے مشہور معیاری رسالہ 'المنار' میں نامور و ممتاز عالم و صحافی علامہ سید رشید رضا نے اہتمام سے شائع کیا۔ پھر آپ سے اجازت لے کر اس مضمون کو کتابچہ کی صورت میں الگ سے شائع کیا۔ آپ کا دوسرا مضمون مشہور عربی ترجمان 'الضیا'' میں شائع ہوا تو اسے پڑھ کر عالم عرب کے عظیم انشاپرداز و ادیب و مفکر شکیب

ارسلان نے بڑے بلند الفاظ میں مضمون کی ستائش و تعریف کی ایک ممتاز عرب ادیب و دانشور ڈاکٹر انور الجندی لکھتے ہیں کہ : "سید ابو الحسن علی ندوی کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے عربوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی انہیں بیدار کیا انہیں اپنے حقیقی مذہب اور ذمہ داری سنبھالنے کی دعوت دی اور انہیں یاد دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سرفرازی اسلام کی بدولت عطا کی ہے اور قرآن نے انہیں دنیا کی قیادت کے لئے تیار کیا ہے۔

آپ نے باربار عرب ممالک جا کر ان کے زعما اور مفکرین علماو دانشوروں سے مل کر ان کو جھنجھوڑا اور ریڈیو و ٹیلی ویژن کے ذریعہ عوام خواص دانشوروں' سلاطین و شہزادگان کو بڑی جرأت و بے باکی سے انکی کمزوریوں' مغربی تہذیب کے تحت آجانے' سامراجی طرز' تجدد و ترقی پسندانہ خیالات و نظریات اور رحجانات کے زیر اثر آجانے پر سخت الفاظ میں تنقید کی۔ "اسمعیات" کے نام سے ہر ملک کو خطاب کیا۔ اسمعی یا مصر !اے مصر سن !اے سیریا سن !انے لالہ صحرا (کویت) سن ! اے ایران سن ! جزیرۃ العرب کا پیغام دنیا کے نام دنیا کا پیغام جزیرۃ العرب کے نام آپ نے عرب عوام' علما' دانشوروں' حکمرانوں اور بادشاہوں تک کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر کہا کہ تمہارا وجود و پہچاں صرف محمد رسول اللہ ﷺ اور اسلام کا رہین منت ہے۔ اگر ان دو چیزوں سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو پھر عربوں کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔ غرض آپ نے نصف صدی تک عربوں کو جو پیغام دیا اسکا خلاصہ ہے۔ ؎ محمد عربی سے ہے عالم عربی — نہیں وجود حدود و ثغود سے اس کا

نہ محمد رسول اللہ سے پہلے عربوں کی کوئی حیثیت تھی اور نہ محمد عربیؐ سے بیگانہ ہو کر انکی کوئی حیثیت رہ سکتی ہے۔ عصر حاضر کے ممتاز عالم عظیم دانشور نامور خطیب و رہنما علامہ یوسف قرضاوی لکھتے ہیں : ہم نے شیخ ابو الحسن علی ندوی کی کتابوں اور رسالوں میں نئی زبان اور جدید روح محسوس کی۔ انکی توجہ ایسے مسائل کی جانب ہوئی جن کی جانب ہماری نظر نہیں پہنچ سکتی۔ علامہ ابو الحسن علی ندویؒ پہلے شخص ہیں جنھوں نے ہمیں الفاظ و موقف کی اہمیت و قیمت سے روشناس کرایا اور ان سے متاثر ہو کر بعد میں دوسرے مصنفین نے لکھنا شروع کیا۔ عربی ادب میں انکا نام مسلّم ہے بلا مبالغہ اس وقت آپ کی سطح کا مؤرخ و ادیب عرب و عجم میں نایاب ہے آپکے علمی و فکری مباحث تو تسلیم شدہ

ہیں ہی آپ کی عربی تحریروں کا حال یہ ہے کہ خود عرب علماء و خطباء آپ کی عبادتوں کو رٹتے اور حفظ یاد کرتے ہیں اور جمعہ کے خطبوں تک میں نقل کرتے ہیں۔ حتی کہ حرمین شریفین کے ائمہ آپ کی عبارتوں کو جمعہ کے خطبات میں نقل کرتے ہیں۔ آپکی عربی کتابیں عرب ممالک کی یونیورسٹیوں کالجوں اور اسکولوں میں داخل نصاب ہیں اور خود بھارت میں کشمیر سے لے کر راس کماری تک عصری کالجوں اور اسکولوں میں آپکی عربی ادب کی کتابیں داخل نصاب ہیں آپکی تصنیفی زبان شروع ہی سے عربی رہی ہے۔ پھر دنیا کی مختلف زبانوں میں آپکی کتابوں کے بے شمار ایڈیشن چھپے۔ اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ بلاشبہ آپ عالم عرب میں اسوقت محبوبیت و مقبولیت کے انتہائی عروج پر تھے۔ غرض آپکو عالم عرب میں وہ مقام حاصل ہو گیا جو اس دور میں کسی غیر عربی کو حاصل نہ ہو سکا۔ یہ امتیاز و انفرادیت آپ کو اخلاص وللّٰہیت بے لوثی و بے نیازی کے ساتھ ساتھ عرب مسائل و مشکلات سے گہری واقفیت ان سے دلی ہمدردی اور انہیں بروقت جدید فتنوں اور خطرات سے خبردار کرنے کی بدولت حاصل ہوئی۔ آپکی جو کتاب اردو میں دس پندرہ ہزار چھپتی' وہ عربی میں لاکھوں کی تعداد میں چھپتی رہی۔ عربوں نے آپ کی حمیت دینی غیرت اسلامی ربانیت وروحانیت کی وجہ سے آپ کی بے انتہا قدردانی کی انہوں نے کھلے دل سے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا بقول پروفیسر خورشید احمد صاحب کے عرب دنیا آپکی فصاحت و بلاغت کا لوہا مانتی ہے غرض آپ کو عربوں میں ایسی مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل تھی کہ جب کسی پڑھے لکھے عرب کی کسی ہندی مسلمان سے ملاقات ہوتی تو بسااوقات اسکا پہلا سوال یہ ہوتا کہ ابوالحسن علی ندوی کیسے ہیں؟

تاریخ و تذکرہ آپ کے مطالعہ کا خصوصی موضوع رہا آپ نے اسلامی تاریخ اور اکابرین اسلام کے احوال و سوانح پر اسقدر لکھا کہ اس دور میں پورے عالم اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپکی تحریروں میں تاریخ و ادب ایک دوسرے سے ہم آغوش نظر آتے ہیں آپ کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی و علمی موضوعات پر بھی نہایت دلکش اور افسانوی انداز میں خامہ فرسائی کی جاسکتی ہے اور دینی تحریریں بھی ادبی دلچسپی رکھ سکتی ہیں آپ کے اسلوب بیاں مین علم و فکر سنجید گی و متانت اعتماد و ٹھہراؤ تو ہے ہی مگر اسکے ساتھ ساتھ کبھی کبھی شعلہ کی سی لپک اور طوفان کا سا دبدبہ

محسوس ہوتا ہے آپکی تحریر سے ولولہ وابتھاج کی لہریں دوڑ جاتی ہیں آپکے اسلوب نثر کی کشش انگیز توانائی خود آپکی شخصیت کی مرہون منت ہے آپکی شخصیت بڑی متنوع اور ہمہ گیر ہے جس نے اپنے اندر گلشن دین وادب کے بہت سارے پھولوں کا عطر کشید کرلیا ہے۔ آپ کی تحریروں اور اسلوب میں آپ کی شخصیت کی طرح مدرسہ وخانقاہ کی طمانیت وسکون بھی ہے علم وادب کی جاذبیت وحسن بھی ساتھ ہی ساتھ تحریک واجتماعیت کی حرارت وسرگرمی بھی ہے۔ یہی جامعیت آپکی شخصیت کا خاص امتیاز ہے اور آپ کی تحریر کا بھی آپ نے تاریخ وتذکرہ کو اپنے مطالعہ اور انشا کا موضوع بنایا تاکہ نئی نسل اسلاف کے کارناموں سے روشنی وحرارت حاصل کر کے دعوت وعزیمت پر سرگرم عمل ہو جانے کا حوصلہ حاصل کرے۔ آپکے طرز تحریر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے یہاں بے جاجوش کہیں نہیں ملتا جبکہ زور ہر جگہ نظر آتا ہے یہ زور بیاں در حقیقت آپکے فکر ونظر کی دین ہے۔ آپ صاحب نظر بھی تھے اور صاحب دل بھی جب فکر کیساتھ ذکر بھی ہو تو کیا کہنا یہی وجہ ہے کہ آپ کی تحریروں میں سنجیدہ وحسین انداز میں نہایت گہری باتیں ملتی ہیں۔ از دل خیزد بر دل ریزد کی جھلک آپ کی ہر تحریر وتقریر کا خاصہ ہے آپ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک سو ستتر ہے بیشتر کتابوں کے ترجمے اردو' فارسی' ترکی' انگریزی اور دیگر زبانوں میں ہو چکے ہیں جب آپ کی پہلی عربی کتاب ماذا خسر العالم بالخطاط المسلمین منظر عام پر آئی تو اس نے عرب دنیا میں ہلچل مچادی۔ دمشق یونیورسٹی کے کلیۃ الشریعۃ کے ممتاز سکالر و نامور مصنف استاذ پروفیسر محمد المبارکؒ نے اسے اس صدی کی بہترین کتاب قرار دیا اور کہا کہ اگر کسی نے یہ کتاب نہیں پڑھی تو اسکا مطالعہ ناقص رہے گا۔ اس کتاب کے متعلق ایسے ہی تاثرات بیشتر عرب زعماء اور مفکرین کے ہیں جیسے ڈاکٹر یوسف موسیٰ استاد سید قطب شہیدؒ' علامہ الشام شیخ محمد بھجۃ البطار اور اخوان کے مشہور رہنما ڈاکٹر مصطفی سباعی عظیم مفکر وعالم استاد علی طنطاوی وغیرہ وغیرہ۔ پوری عرب دنیا' سعودی عرب مصر وشام اور فلسطین وعراق کے چوٹی کے زعماء ومفکرین نے اسے اس صدی کی بہترین کتاب قرار دیا اس کتاب نے پینتیس سال کی عمر میں آپ کی شہرت ونا موری کو عرب دنیا میں گھر گھر پہنچادیا۔ مشہور ونامور فاضل لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سیکشن کے چیئرمین

ڈاکٹر بکنگھم نے ان الفاظ میں اس کتاب کو خراج تحسین پیش کیا کہ ”اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقہ پر کی گئی یہ اسکا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا ایک بڑا کارنامہ علامہ اقبال کی شاعری اور فکر سے عربوں کو روشناس کرانا ہے آپ کی منفرد اور وقیع کتاب روائع اقبال (عربی) اور اسکے اردو ترجمہ ”نقوش اقبال“ کے بغیر سلسلہ اقبالیات کی فہرست مکمل نہیں سمجھی جاسکتی۔ اگرچہ آپ سے پہلے عزام اور عباس محمود نے عالم عربی میں اقبال کو متعارف کرانے کی کوشش کی مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ دونوں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکے تھے۔ روائع اقبال کو پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ مولانا ندوی نے فکرِ اقبال کی بلندی' بلند حوصلگی اور وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل کو اپنی زندگی کا حصہ اور مشن بنالیا ہے۔ غالباً اسی کے پیش نظر جناب ماہر القادری مرحوم نے نقوش اقبال پر اپنے ماہنامہ رسالہ فاران میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ : ”یہ کتاب اس مجاہد عالم کی لکھی ہوئی ہے جو اقبال کے مرد مومن کا مصداق ہے اس لئے بجاطور پر کہا جاسکتا ہے کہ نقوش اقبال میں خود اقبال کی فکر و روح اس طرح گھل مل گئی ہے جیسے پھول پھول میں خوشبو اور ستاروں میں روشنی پڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے جیسے شبلی کا قلم غزالی کی فکر اور ابن تیمیہؒ کا جوش و اخلاص اس تصنیف میں کارفرما ہے“

واقعہ یہ ہے کہ دینی و عصری علوم ۔کے شناور ہونے کے ناطے علامہ ندوی کی نگاہ بصیرت نے علامہ اقبال کی خوبیوں اور کمالات کا صحیح ادراک کیا۔ آپ لکھتے ہیں : ”میری پسند و توجہ کا مرکز وہ اسلئے ہیں کہ بلند نظری اور محبت و ایمان کے شاعر ہیں۔ ایک عقیدہ دعوت و پیغام رکھتے ہیں مغرب کی مادی تہذیب کے سب سے بڑے ناقد اور باغی ہیں اسلام کی عظمت رفتہ اور مسلمانوں کے اقبال گزشتہ کیلئے سب سے زیادہ فکرمند۔ تنگ نظر قومیت وطنیت کے سب سے بڑے مخالف اور انسانیت اسلامیت کے سب سے بڑے داعی ہیں جو چیز مجھے ان کے فن و کلام کی طرف لے گئی وہ بلند حوصلگی محبت اور ایمان ہے جسکا حسین امتزاج اسکے شعر و پیغام میں ملتا ہے۔ میں اپنی طبیعت و فطرت میں انہی تینوں کا دخل پاتا ہوں میں ہر اس ادب و پیغام کی طرف بے اختیار نہیں بڑھتا ہوں

جو بلند حوصلگی اور احیائے اسلام کی دعوت دیتا اور تسخیر کائنات اور تعمیر النفس و آفاق کے لئے ابھارتا ہے جو مہر و وفا کے جذبات کو غذا دیتا اور ایمان و شعور کو بیدار کرتا ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور انکے پیغام کی آفاقیت ولابدیت پر ایمان لاتا ہے۔"

مارچ 1994ء میں جب یہ ناچیز رائے بریلی حاضر ہوا تو عشا کی نماز کے بعد آدھی رات تک اقبالیات پر گفتگو فرماتے رہے۔ اور برجستہ اردو فارسی کلام سناتے رہے اندازہ ہوا کہ حضرت مولانا کو اقبال کا تقریباً سارا کلام ازبر ہے مجھے اقبال کی مشہور نظم جسکا پہلا شعر　ع

کلیسا کی بینا رہبانیت تھی　　سمائی کہاں اس فقیری میں میری

سنا کر نوٹ کروائی اور فرمایا آپ مغرب میں رہتے ہیں اس پر خوب غور و خوض کیجئے۔ اقبال نے اس میں پورے مغربی فکر و فلسفہ کو سمو دیا ہے۔

آپ اپنی علمی و فکری اور تصنیفی مشغولیت کے باوصف بھارتی مسلمانوں کی سیاسی و ملی خدمات سے کبھی غافل نہیں ہوئے۔ خاص طور پر آخری بیس سالوں میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے پلیٹ فارم سے بھارتی مسلمانوں کے لئے موثر قیادت اور خدمات انجام دیں آپ کو اپنے ہر دلعزیز اوصاف کی بنا پر تمام مکاتیب فکر کا بھرپور اعتماد حاصل رہا شاہ بانو کیس کی گتھی سلجھانے میں آپ کی رہنمائی نے اہم کردار ادا کیا۔ گزشتہ دنوں جب یوپی حکومت نے اسکولوں میں سرسوتی پوجا کا گیت لازمی قرار دے دیا تو آپکے ایک جرأت مندانہ بیان نے ملک کے حالات بدل دیئے۔ اور حکومت کو اپنا فیصلہ واپس لینے پر مجبور ہونا پڑا آپ صحیح معنی میں ایک ایسا روشن چراغ تھے جس کی لو سے ظلم و طغیان کے ایوانوں میں ہلچل ہی نہیں قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ ۱۹۸۰ء میں دیوبند کا صد سالہ اجلاس منعقد ہوا اجلاس کیا تھا انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا اس اجلاس میں سب سے زیادہ برمحل موثر طاقتور اور مجاہدانہ تقریر جو بھارتی مسلمانوں کی ترجمان کہی جاسکتی ہے آپ ہی کی تھی آپ کی یہ تقریر اس اجلاس کی جان اور پیغام سمجھی گئی آپ نے بھارتی مسلمانوں اور حکومت کو مخاطب کر کے فرمایا: "ہم صاف اعلان کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کریں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گزارنے پر ہرگز راضی نہیں جن کو صرف راتب اور تحفظ (سیکورٹی)

چاہیے کہ کوئی ان کو نہ مارے ہم ہزار بار ایسی زندگی گزارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں نمازوں کے ساتھ رہیں گے بلکہ تراویح اشراق تہجد تک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہونگے۔ ہم ایک ایک سنت کو سینہ سے لگا کر رہیں گے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ایک نقطہ سے بھی دست بردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہم کسی قومی دھارے سے واقف نہیں ہم تو صرف اسلامیت کے دھارے کو جانتے ہیں ہم تو دنیا کی قیادت و امامت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔" گزشتہ دنوں ۲۸ / ۲۹ / ۳۰ اکتوبر ۹۹ء مسلم پرسنل بورڈ کے اجلاس واقع بمبئی میں آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں صاف فرمایا: " ہم اسکی بالکل اجازت نہیں دے سکتے کہ ہمارے اوپر کوئی اور نظام معاشرت نظام تمدن اور عائلی قانون مسلط کیا جائے۔ ہم اس کو دعوت ارتداد سمجھتے ہیں اور ہم اسکا اسی طرح مقابلہ کریں گے جیسے دعوت ارتداد کا مقابلہ کیا جانا چاہیے۔ یہ ہمارا شہری جمہوری اور دینی حق ہے۔ آپ عالم اسلام اور خاص طور سے بھارتی مسلمانوں کو اکثر فاتح مصر حضرت عمر بن عاصؓ کا انتباہ آگہی یاد دلاتے انتم فی رباطٍ دائم (تم مسلسل محاذ جنگ پر ہو) تمہیں ہر وقت چوکنا اور خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر کے طبقہ علماء میں شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ صاحب کے بعد علامہ ابوالحسن علی ندوی واحد شخصیت ہیں جنھوں نے ملکی حدود سے ماورئی ہو کر پوری ملت اسلامیہ اور پوری انسانیت کی فکر کی ۱۹۸۰ء میں آپ کو ایک رات پے در پے دوبار سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی جس میں سرور دو عالم نے فرمایا میری حفاظت کا کیا انتظام کیا ہے اس وقت آپ نے جنرل ضیاء الحق صاحب کو سرور دو عالم کا پیغام پہنچا کر فرمایا۔ کل قیامت کے روز دربار رسالت میں آپکا دامن ہوگا اور میرے ہاتھ کہ میں نے پیغام پہنچا کر اپنی ذمہ داری ادا کردی تھی آپ خلیج کی جنگ کے بعد سے سرزمین عرب پر امریکی فوجوں کی موجودگی پر سخت پریشان تھے وفات سے چند ہفتہ پہلے جب یہ ناچیز حاضر خدمت ہوا اس وقت فالج حملہ کے بعد سے مسلسل نقاہت کے عالم میں تھے کسی صاحب نے پاکستان کے فوجی سربراہ پرویز مشرف صاحب کا اخباری بیان سنا دیا جس میں انہوں نے ترکی کے مصطفیٰ کمال اتاترک کو اپنا آئیڈیل وہیرو بتا کر ان کے نقش قدم پر چلنے کا عندیہ ظاہر کیا تھا اس پر آپ

تڑپ اٹھے اور فرمایا: "اس صدی میں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان جس شخص نے پہنچایا وہ اتا ترک ہیں کاش کوئی میری کتاب اسلام و مغربیت کی کشمکش کا انگریزی ایڈیشن ان تک پہنچادے (جس میں اتاترک کے متعلق تفصیلی معلومات ہیں) میں نے عرض کی پرسوں میرا پاکستان کا سفر ہے ان شاء اللہ کتاب پہنچ جائے گی۔ اس پر خوش ہو کر فرمایا میں صبح سے دعا کر رہا تھا اے اللہ میرے اس کام کے انجام کیلئے کسی شخص کو بھیج دے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیج دیا اور فرمایا ان شاء اللہ یہ کام آخرت میں آپکی نجات کے لئے کافی ہوگا اس کام کے انجام دہی کی اطلاع پر انتہائی پر مسرت اور بلند الفاظ میں گرامی نامہ تحریر فرمایا جو میرے پاس حضرت کا آخری گرامی نامہ ہے واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں آپ کی ہستی پوری ملت اسلامیہ کیلئے ایک سایہ شجر دار اور اس شعر کی صحیح مصداق تھی۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

جب بھی آپ نے ضرورت محسوس کی نہ صرف بھارت کے حکمرانوں بلکہ عالم عرب اور مسلم ممالک کے حکمرانوں کو کلمہ حق جرأت کے ساتھ کہا یہ اس دور میں صرف آپ کا امتیاز تھا ورنہ اس زمانہ کے طبقہ علماً و مشائخ میں یہ چیز ناپید ہو چکی ہے۔

علامہ ندوی کا سب سے نمایاں وصف آپ کا فکری کام ہے آپ کی تحریروں میں مغرب کے گمراہ کن الحادی فکر و فلسفہ کا مسکت جواب اور مدلل رد موجود ہے اس وقت دنیا اور خاص طور پر ملت اسلامیہ کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ اقوام عالم اور پوری انسانیت بد قسمتی سا مغرب کے ان افکار و نظریات کی اسیر بن چکی ہے جس نے علم و فکر تہذیب و تمدن اور ترقی و خوشحالی کے نام سے پوری انسانیت کو وحی آسمانی سے مٹا کر خواہش نفسانی کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ برصغیر کے طبقہ علماء میں جس چیز نے آپکی شخصیت کو ممتاز کیا وہ آپ کا یہی کارنامہ ہے مغربی فکر و فلسفہ اور افکار و نظریات کے غلبہ نے عالم اسلام کیلئے بے شمار مسائل پیدا کر دیئے ہیں اور جب تک مغرب کا فکری غلبہ موجود ہے ۔ عالم اسلام کبھی سربلندی، عزت اور غلبہ نہیں پاسکتا۔ آپ ندوۃ العلماء کے طلبا کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اس وقت جس طبقہ کے ہاتھ میں زمام کار ہے وہ مغربی تہذیب کو مثالی اور انسانی تجربات کی آخری منزل اور حرف آخر سمجھتا ہے اور اسکو اسلام کے نظام کے قائم مقام خیال

کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اسلام کا نظام اپنی ساری افادیت کھو چکا ہے اب اسکو دوبارہ کارگاہ حیات میں لانے کی زحمت دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ ہے وہ زندہ سوال جو اس وقت ایک شعلہ کی طرح ایک بھڑکی ہوئی آگ کی طرح تمام اسلامی ممالک میں پھیل چکا ہے اور جس کے اثر سے کوئی طبقہ اور کوئی پڑھا لکھا انسان پورے طور پر محفوظ نہیں ہے۔" ...... یہ ایک سازش چلی آرہی ہے فکری طور پر بھی سیاسی و انتظامی طور پر بھی ہمیں اسی طور پر اسکا مقابلہ کرنا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ کو مطمئن کرنا اور اسلام پر اسکا یقین واپس لانا دوبارہ یقین پیدا کرنا ہے کہ اسلام اس زمانہ کا ساتھ دے سکتا ہے قیادت کر سکتا ہے۔ یہ ہے آج کا اصل فتنہ کہ اسلام اس زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا آپکو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام کا اس زمانہ کے ساتھ دنیا تو الگ رہا یہ تو اس تنزل کے بعد اس زمانہ کو ہلاکت سے بچا سکتا ہے۔ اسلام زمانہ کو راہ پر لگا سکتا ہے۔ اسلام اس زمانہ کو مبارک بنا سکتا ہے۔ اور اسلام اس زمانہ کو رہنے کا سلیقہ سکھا سکتا ہے۔ اس کے لئے آپ کو تیاری کرنی ہے..... آج انڈونیشیا' مشرق اقصیٰ سے مراکش تک امریکہ و یورپ کی سازش سے اسلام پر اعتماد متزلزل کر دیا گیا ہے۔ اسلام پر عمل کرنے کو فرسودگی رجعت پسندی فینڈا مینٹل ازم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تاکہ ایک پڑھے لکھے آدمی کو شرم آنے لگے کہ حاشا و کلا وہ فینڈا مینٹلسٹ نہیں۔ آپکو وہ کام کرنا ہے کہ لوگ سینہ تان کر اور آنکھیں ملا کر یہ کہیں کہ ہاں ہم فینڈا مینٹلسٹ ہیں ہمارے نزدیک فینڈا مینٹل ازم ہی دنیا کو بچا سکتا ہے ساری خرابی اور سارا فساد فینڈا مینٹل ازم نہ ہونے کی وجہ سے ہے کوئی اصول نہیں کوئی معیار نہیں کوئی حدود نہیں صرف نفس پرستی ہے صرف خواہش پرستی ہے صرف اقتدار پرستی ہے اس لئے آپ کو تیاری کرنی ہے۔ اس کے بعد آپ مزید وضاحت سے عصر حاضر کی سب سے اہم ضرورت کی طرح توجہ دلاتے ہوئے طلباء سے فرماتے ہیں: "اسلام کا مجدد کہلانے کا وہی مستحق ہو گا جو اسلامی شریعت کی برتری ثابت کرے زندگی سے اسکا پیوند لگائے اور ثابت کرے کہ اسلامی قانون وضع قانون اور انسانوں کے تمام خود ساختہ قوانین سے آگے ہے زمانہ سے آگے کی چیز ہے زمانہ اس سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور دنیا نے خواہ کتنی ہی ترقی کی ہو لیکن اسلامی قوانین اسکی رہنائی کی اب بھی صلاحیت رکھتے ہیں اسکے تمام سوالات کے جوابات دیتے ہیں اور انسانی زندگی کے پیدا

ہونے والے مسائل کا حل ان کے اندر موجود ہے اس میں ایک بالغ معاشرہ کی تنظیم کی بہترین صلاحیت ہے"

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی شخصیت کوئی معمولی شخصیت نہیں تھی ایسی شخصیتیں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں اور ملت بلکہ پوری انسانیت کے لئے رحمت ثابت ہوتی ہیں۔ علی میاں ایک فرد اور ایک ذات کا نام نہیں ایک مشن ایک تحریک اور ایک دعوت اور ایک انقلاب کا نام ہے آپ کے انتقال سے علم وحکمت کا آفتاب غروب ہو گیا وہ آفتاب جسکی روشنی سے عرب وعجم مستفید ہو رہا تھا آپ ایک عظیم مفکر، مدبر، مورخ، عالم دین، عربی زبان وادب کے ماہر اعلیٰ درجہ کے انشاپرداز و سوانح نگار تھے اسی کے ساتھ زہد و تقویٰ، سادگی وقناعت اور خلوص و محبت کا پیکر اور سلف صالحین کا نمونہ تھے مغرب کی جدید تہذیب وتمدن اور اسکے گمراہ کن افکار و نظریات پر گہری اور بسیط نظر رکھتے تھے بر صغیر کے واحد عالم دین تھے جن کی تحریروں میں مغربی فلسفہ وکفر کا رد اسکے زہد کا تریاق بکثرت موجود ہے مغرب کے برپا کئے ہوئے فساد اور گمراہ کن نظریات کے خلاف آپ کا بے باک مدلل اور موثر قلم جراحت و مرھم دونوں کا کام کرتا تھا عالمی مسائل وامور پر آپ کی نظر گہری اور عمیق اور ملت کے اجتماعی مسائل سے دلی تعلق تھا ملکی و عالمی سیاسی وسماجی حالات ومسائل سے آپ کو وسیع و عمیق واقفیت تھی۔ علمی وفکری ہر موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا اور جس موضوع پر آپ نے جو لکھا وہ اس فن کے لئے اتھارٹی مانا گیا۔ بر صغیر کے اس صدی کے اکابر علماء واہل اللہ جیسے حضرت مولانا محمد الیاس، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ دیگر علماء و اہل اللہ کے آپ ہمیشہ محبوب ومنظور نظر رہے آپکے شیخ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کا مقولہ مشہور ہے کہ اگر خدا نے پوچھا کہ دنیا سے کیا لایا تو علی میاں کو پیش کردونگا آپکو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ بر صغیر کے اس صدی کے بیشتر اکابر علماء اور اہل اللہ کا تعارف آپ کے قلم سے ہوا۔ اسکے ساتھ ہی تاریخ دعوت و عزیمت کی سات جلدیں لکھ کر اسلام کے چودہ سو سالہ مشاہیر اور اکابرین امت کا تذکرہ ایسے موثر دلکش اور تعمیری انداز میں لکھا جس سے نئی نسل بہت کچھ فائدہ اٹھا سکتی ہے۔ آپکی شخصیت جس طرح علماء مدارس صوفیاء

کرام اور خانقاہوں میں مسلم تھی اسی طرح عصری طبقات عصری تعلیم گاہوں، علی گڑھ، قاہرہ، مکہ، جینوا، لندن اور نیویارک میں بھی مقبولیت رکھتی تھی۔ دنیا بھر کے علماء زعما مفکرین و دانشور حتی کہ حکمران آپ کو عقیدت و عظمت کی نظر سے دیکھتے تھے اپنے اخلاق عالیہ کی بدولت آپ ہر طبقہ میں مقبولیت رکھتے تھے۔ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کے ناظم اعلیٰ ہونے کے علاوہ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے صدر، آل انڈیا ملی کونسل کے سرپرست، رابطہ ادب اسلامی (مکہ مکرمہ) کے سربراہ، مدینہ یونیورسٹی (مدینہ منورہ) کی مجلس مشاورت کے رکن، آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامی سینٹر کے سربراہ، جامعہ الہدیٰ (نوٹنگھم) کے سرپرست دعوت اسلامی کی عالمی مجلس اعلیٰ (قاہرہ) کے ممبر دارالمصنفین و شبلی اکیڈمی (اعظم گڑھ کے صدر، عالمی یونیورسٹیوں کی انجمن، واقع رباط (مراکش) کے ممبر بین الاقوامی یونیورسٹی (اسلام آباد) کی ایڈوائزری کونسل کے ممبر، قاہرہ، دمشق اور اردن کی عربی اکیڈمی کے ممبر اسکے علاوہ سینکڑوں علمی و دینی اداروں اور تنظیموں کے سرپرست تھے۔ آپ برصغیر کی واحد شخصیت تھے جنہیں دوبار خانہ کعبہ کی کنجی حوالے کی گئی اسی طرح شاہ فیصل ایوارڈ دبئی (امارت) کا عالمی شخصیت کا ایوارڈ اور سلطان برونائی ایوارڈز سے نوازے گئے۔ آپکے زہد اور دنیا سے بے نیازی کا یہ عالم کہ ان ایوارڈز کے کروڑوں روپیوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا بلکہ اسی وقت ساری رقم افغان مجاہدین، مساجد و مدارس اور دینی و تعلیمی اداروں میں تقسیم فرمادی۔ ۹۶ء میں حکومت ترکیہ نے آپ کے اعزاز میں اور آپ کی شخصیت اور علمی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جسمیں دنیا بھر کے علماء کرام دانشوروں اور چوٹی کے اسکالروں نے آپ کی علمی فکری و دینی خدمات پر مقالے پڑھے دنیا بھر کی بیشتر دینی تحریکیں اور عالمی اسلامی تنظیمیں آپ کو اپنا سرپرست و مربی سمجھتی تھیں اور آپکے قیمتی مشوروں اور رہنمائی کی طالب رہتی۔ جیسے برصغیر کی مشہور تبلیغی جماعت عرب دنیا کی سب سے بڑی دینی تحریک اخوان المسلمین انڈونیشیا کی ماشومی پارٹی اور جماعت اسلامی وغیرہ وغیرہ دیوبند کے علاوہ دیگر تمام مکاتب فکر کے علماء و مشاہیر بھی آپ سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے تھے۔ ۲۸ اکتوبر ۹۹ء مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس واقع بمبئی

میں جب آپ نے اپنی علالت کے سبب استعفیٰ پیش فرمایا تو اس ناچیز نے دیکھا کہ پورے اجلاس پر سناٹا چھا گیا اور کوئی بھی اسے قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھا سب سے پہلے ملی کونسل کے سربراہ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی نے کہا جب کشتی طوفان اور منجدھار میں ہوتی ہے تو ملاح نہیں بدلا جاتا۔ شعیہ رہنما علامہ قلب صادق نے کہا پرسنل لابورڈ کی صدرات حضرت مولانا کے لئے کوئی وجہ عزت و افتخار نہیں بلکہ بورڈ کے لئے یہ اعزاز فخر کی بات ہے کہ حضرت مولانا اسکے صدر ہیں جماعت اسلامی کے امیر مولانا سراج الحسن صاحب نے کہا آج یہاں پورے ہندوستان سے مختلف مکاتب فکر کے رہنما موجود ہیں اگر پوری دینائے اسلام سعودی عرب' ترکی' پاکستان' انڈونیشیہ سوڈان وغیرہ وغیرہ کے زعماء ورہنما یہاں ہوتے تب بھی صدارت کے لئے سب کی زبان پر ایک ہی نام ہوتا اور وہ مفکر اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کا ہوتا۔ اسکے بعد تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں نے بیک زبان کہا حضرت مولانا ہی بورڈ کے تاحیات صدر ہیں اسی طرح بھارت کی تمام سیاسی پارٹیاں آپ کا احترام کرتیں۔ بھارت کے وزیراعظم اور وزرائے اعلیٰ آپکے در دولت پر حاضری دیتے بھارت کی حکومت نے دوبار آپ کو بھارت کا سب سے بڑا قومی ایوارڈ پدم بھوشن اور بھارت رتن دینا چاہا مگر آپ نے قبول کرنے سے سختی سے انکار کیا مسلم پرسنل لا کی جدوجہد کے دوران شاہ بانو کیس کے موقع پر بھارتی حکومت نے اسلامی پرسنل لأ میں تبدیلی کرنے کا ذہن بنالیا تھا جب ایک نازک موقع پر مسلم پرسنل لأ میں ترمیم کا ارادہ ظاہر کیا کہ متعدد عرب ممالک نے اسلامی پرسنل لأ میں ترمیم کی ہے تو آپ نے فرمایا الحمد اللہ ہم بھارتی مسلمان اسلام کے متعلق خود کفیل ہیں کسی عرب ملک کے محتاج نہیں جب راجیو صاحب نے اس مسئلہ میں جامع ازہر (مصر) کے علماء سے رجوع کرنے کا عندیہ ظاہر کیا تو حضرت مولانا نے فرمایا الحمد للہ یہاں ایسے علما موجود ہیں کہ اگر انکا نام جامع ازھر میں لیا جائے۔ تو احترام میں ازہر کے چوٹی کے علما کی گردنیں جھک جائیں آپ نے مزید فرمایا بارہا ایسا ہوا ہے کہ دنیا بھر کے مسلم علماء کی سب سے بڑی تنظیم رابطہ عالم اسلامی (مکہ مکرمہ) میں پوری دنیا کے مسلم اسکالرز کی رائے ایک جانب اور آپ کے ملک کے ایک اسکالر کی دوسری جانب ہوتی تب آپ کے ملک کے اسی ایک شخص کی رائے پر فیصلہ کیا گیا اور ساری

دینا کے اسلامی اسکالرز نے آپ کے ملک کے اسکالر کی رائے کے سامنے سر جھکا دیا یہ سن کر راجیو صاحب خاموش ہو گئے اسکے بعد جب انہیں پتہ چلا کہ وہ شخصیت انہیں کے حلقہ انتخاب (رائے بریلی) کی ہے تو انہوں نے اس پر کئی بار فخر کا اظہار کیا۔ حضرت مولانا کی گفتگو کے بعد راجیو صاحب نے اسلامی شریعت کی روشنی میں (مطلقہ کے نفقہ کے) مسئلہ کو معلوم کرنا چاہا جب انہیں تشفی بخش جواب ملا تو انہوں نے بھارتی پارلیمنٹ میں اس مسئلہ پر بحث کے دوران کہا کہ میں نے امریکہ و یورپ سمیت دنیا بھر کے قوانین کا مطالعہ کیا ہے مگر چودہ سو سال پہلے قرآن اور اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں وہ اب تک دنیا کا کوئی قانون نہیں دے پایا۔ بالآخر انہوں نے کانگریس کے ممبران کے نام ہیپ (لازمی حکم) جاری کر کے بھارتی پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے مطالبہ کے مطابق بل پاس کروایا اس طرح حضرت مولانا کی شخصیت کی بدولت مسلمان پارلیمنٹ میں پرسنل لاء بورڈ کی جنگ جیت گئے غرض اس دور میں ایسی مقبولیت اور محبوبیت کی کوئی دوسری نظیر نہیں ہے۔

آپ کے سانحہ ارتحال پر پوری ملت اسلامیہ نے جس طرح رنج و غم کا اظہار کیا تاریخ میں اسکی مثال نہیں ملتی۔ دنیا بھر کے اخبارات ورسائل و مجلّات کے اداریوں اور جو مضامین و مقالات آپکی شخصیت پر چھپ چکے ہیں اگر صرف انہیں یکجا کیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں آپکی زندگی تالیفات اور علمی کاموں پر سیمناروں یادگاری جلسوں کا لامتناہی سلسلہ بھی برابر جاری ہے۔ عربی اردو میں آپ کی متعدد سوانح آچکی ہیں دنیا بھر کی بیالیس یونیورسٹیوں میں آپکی شخصیت اور آپکے کام پر پی۔ ایچ۔ ڈی ہوا ہے۔ یہ آپ کی عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے کہ جمعہ کی نماز کے پہلے انتقال فرمایا۔ اسی رات رائے بریلی کے چھوٹے سے قصبہ میں تدفین عمل میں آئی۔ مگر ڈیڑھ دو لاکھ افراد پروانہ وار پہنچ گئے۔ حرمین شریفین میں ۲۷ رمضان المبارک کو شب قدر کی مبارک رات میں جبکہ حرم اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ بھرا ہوتا ہے۔ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی اسی طرح جدہ، ریاض، اور سعودی عرب کے دیگر شہروں جامع ازہر (مصر) استنبول (ترکی) بغداد، کویت، متحدہ عرب امارات، یورپ و امریکہ۔ غرض دنیا کے کونے کونے میں کروڑوں مسلمانوں نے غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔ ریڈیو اور ٹی وی پر وفات کی خبر نشر ہوتے ہی برصغیر اور عالم اسلام میں غم کے بادل چھاگئے۔ یہ سب آپکی عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے ورنہ محض کسی مفکر، اسکالر، انشاپرداز

۶۶م

یا کسی تحریک کے لیڈر کے لئے ایسا کبھی نہیں ہوتا یہاں لندن سے شائع ہونے والے عربی روزناموں الحیاۃ اور الشرق الاوسط میں آپ کی شخصیت پر اسقدر لکھا گیا کہ شاید ہی کبھی کسی شخصیت پر لکھا گیا ہو۔ سعودی عرب کی مجلس شوریٰ کے رکن ڈاکٹر احمد عثمان تو یجری نے لندن کے معروف روزنامہ مشرق الاوسط سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: "علامہ ابوالحسن علی ندویؒ دعوت و اصلاح کے اماموں میں سے ایک امام تھے۔ انکے اندر بیک وقت زہد وورع جہاد و سرمستی اور فکر و ادب کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔" علامہ ندویؒ گوناگوں تصنیفی، علمی و فکری، ملی و سیاسی مشاغل کے باوصف عصر حاضر کے مفکرین و رہنماؤں کی طرح کبھی اپنی باطنی اصلاح سے غافل نہیں ہوئے آپ کی شخصیت تصوف و روحانیت میں بھی مسلم تھی آپ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ اجل تھے دنیا بھر کے ہزارہا افراد آپ سے بیعت اور روحانی تربیت کا تعلق رکھتے تھے۔ آپ اس دور میں ع درکف جام شریعت درکفے سنداں عشق

کا کامل نمونہ تھے۔ آپکی وفات بھی زندگی کی طرح قابل رشک طریقہ پر ہوئی۔ رمضان المبارک کا مہینہ جمعہ کا دن عجلت کے ساتھ غسل کر کے نیا لباس پہن کر جمعہ کی تیاری فرمائی۔ اور حسب معمول سورۂ کہف پڑھنے لگے درمیاں میں ہی سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع فرمادی۔ اور "فبشرھم عبادی الصالحین" کی معنی خیز آیت پر روح خالقِ حقیقی سے جا ملی۔ آپکے متعلق حضرت صدیق اکبرؓ کا وہ فقرہ جو انہوں نے سرور دو عالمؐ کی وفات پر فرمایا تھا طاب حیاً و میتاً (زندگی و موت دونوں مبارک) پوری طرح صادق آتا ہے۔ آپکی وفات عیسوی کلینڈر کی صدی بلکہ ہزار سالہ تاریخ کے آخری دن اور تدفین اس صدی اور ہزارویں سال کی آخری رات میں ہونا یہ بڑا معنی خیز اشارہ ہے کہ یہ صدی علامہ ابوالحسن علی ندویؒ کی صدی تھی۔

علامہ ندویؒ نے علمائے کرام اور نئی نسل کیلئے بہت کچھ چھوڑا۔ اسی کے قریب تصانیف سینکڑوں مقالات و مضامین لاتعداد تقاریر آپ نے کام کی طلب رکھنے والوں کیلئے کئی راہیں بنائیں اور روشن کیں۔ ان راہوں پر پیش قدمی کی ضرورت ہے۔ علامہ ندویؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کا صرف یہی ایک طریقہ ہے نوجوان علمأ ریسرچ و تحقیق میں قدم بڑھائیں اس کیلئے سب سے موزوں جگہ لندن ہے یہاں آپکے شایان شان علمی و فکری کاموں کیلئے ایک ادارہ قائم کیا جائے۔

٤٦٨